نظریۂ تقادم اور اسلامی شریعت

ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

(۲)

گواہی میں کینہ و عداوت کا پہلو اگر اُس نے جرم کے وقوع کو دیکھنے کے بعد ایک عرصے تک گواہی نہیں دی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس نے ستر کے پہلو کو ترجیح دی ہے۔ لیکن جب ایک مدت گذرنے کے بعد پھر گواہی دیتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اُسے اپنے مشہود علیہ کے خلاف کوئی ضَغینۃ (عداوت، دشمنی) پیدا ہوا ہے، جس نے اُسے عرصہ گذرنے کے بعد اس کے خلاف گواہی دینے پر اکسایا ہے، لہٰذا اس کی یہ شہادت قبول نہ ہوگی اس لیے کہ فرمانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "لَا تقبل شہادۃَ خَصْمٍ وَّلَا ظَنِیْنٍ" (خصم اور متہم کی شہادت قابلِ قبول نہیں ہے)۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

اَیُّمَا شُھُوْدٌ شَہِدُوْا عَلٰی حَدٍّ لَمْ یَشْہَدُوْا عِنْدَ حَضْرَتِہٖ فَاِنَّمَا شَہِدُوْا عَلٰی ضِغْنٍ فَلَا شَہَادَۃَ لَہُمْ۔

ترجمہ:۔ جو لوگ کسی ایسی حد کی شہادت دیں، جس کی شہادت انہوں نے اس کے وقوع کے وقت نہیں دی تو اُن کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔[1]

---

[1] ابو زہرہ الجریمہ، ص ۴۶۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان پر صحابہ میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اجماع کے درجے میں ہوگیا اور اس سے معلوم ہوگیا کہ کسی جرم کے سلسلے میں تاخیر سے آنے والی شہادت ضَغِیْنَۃ پر مبنی متصور ہوگی اور قبول نہیں کی جائے گی۔ کیوں کہ تاخیر تہمت پیدا کرتی ہے اور متہم کی شہادت حسبِ فرمانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم قابلِ قبول نہیں ہے۔

بخلاف حدِ قذف کے کہ اس میں تاخیر ضَغِیْنَۃ اور تہمت پر دلالت نہیں کرتی، اس لیے قذف کے مقدمے کی سماعت کے لیے مدعی (مقذوف) کا دعویٰ شرط ہے اس لیے اس میں تاخیرِ شہادت تاخیرِ دعویٰ پر مبنی ہوگی۔ جب کہ حدودِ ثلاثہ میں دعویٰ شرط نہیں ہے، اس لیے تاخیرِ شہادت، تقادم ہے اور ضَغِیْنَۃ اور تہمت کی حامل ہے۔

جہاں تک حدودِ ثلاثہ کے مانع قبول شہادت ہونے کا تعلق ہے تو وہ اس صورت میں ہے کہ یہ تاخیرِ شہادت بغیر کسی ظاہری عذر کے ہو، اگر کوئی ظاہری عذر موجود ہو، مثلاً شاید ایسے دور دراز مقام پر ہو کہ اس کے عدالت میں حاضر ہونے میں تاخیر ہو سکتی ہو تو بصورتِ عذر یہ تاخیرِ شہادت کے قبول سے مانع نہیں ہوگی۔[1]

شیخ محمد ابو زہرہ نے نظریۂ تقادم کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

"عدالت میں کسی جرمِ حد پر شہادت کا تاخیر سے پیش ہونا حد کو ساقط کرنے والا شبہ بنتا ہے جب کہ تاخیرِ اقرار شبہ نہیں ہے۔"

اس رائے کی دلیل دو اجزاء پر مشتمل ہے ایک جزء یہ کہ عدالت کے سامنے شہادت جرم پیش ہونے میں تاخیر ہو جانا حد جرم کے سقوط کا حامل شبہ پیدا کرتا ہے اور دوسرا جزء یہ ہے کہ اس مسئلے میں شہادت اور اقرار میں فرق ہے۔

پہلے جزء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے اپنے بندوں کو دائے شہادت کا حکم

---

[1] الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد ۷، ص ۴۲، مصر۔

دیا ہے اور فرمایا ہے:۔

"واقیموا الشهادة لله"

یہ گواہ اللہ کے لیے شہادت پر قائم ہیں (الطلاق - ۲)

نیز فرمایا:

"واستشهدوا شهیدین من رجالکم"

اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لو (البقرہ - ۲۸۲)

اور فرمایا:۔

"فاستشهدوا علیهن اربعة منکم"

ان عورتوں پر اپنے میں سے چار گواہ لاؤ - (النساء - ۱۵)

مزید یہ کہ کتمان شہادت سے منع فرمایا -

"ومن یکتمها فانه آثم قلبه"

جو اس شہادت کو چھپائے گا، اس کا دل گنہ گار ہے (البقرہ - ۲۸۳)

ادائے شہادت کے ان احکام کے ساتھ ساتھ ستر مسلم بھی شریعت کو مطلوب ہے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ نے اشاعتِ فاحشہ سے منع فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

من ستر مسلماً ستر الله تعالیٰ علیه فی الدنیا والآخرة

"جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔" [1]

ان دونوں نوعیتوں کے احکام کی روشنی میں شاہد کے سامنے دو پہلو آ گئے، ایک پہلو یہ کہ وہ جرم سے پیدا ہونے والے فساد کو ختم کرنے کے لیے معاشرے کی پامال شدہ اخلاقی حالت کو بحال کرنے کے لیے اور اللہ کی حدود کے نفاذ میں مدد دینے کے لیے شہادت دے، اور دوسرا پہلو یہ کہ وہ ستر مسلم کو ترجیح دے۔ یعنی شاہد معاملہ شہادت میں حق اللہ اور حق معاشرہ کا امین ہے اور

[1] ابوزہرہ الجریم، ص ۴۶ -

اس پر لازم ہے کہ اس حق کو پوری امانت کے ساتھ ادا کرے۔ اس طرح کہ اگر وہ امانتاً یہ سمجھے کہ علانیت کے روبرو گواہی دینا معاشرے کو اخلاقی فساد سے بچانے کے لیے ضروری ہے وہ تو یہ قدم اُٹھائے ورنہ اگر وہ یہ سمجھے کہ جو کچھ اُس نے دیکھا کہ وہ ایک مسلمان کی لغزش ہے اور ایک مجرمانہ ذہنیت کا سوچا سمجھا اقدام نہیں ہے تو مسلمان کی لغزش پر پردہ ڈال دے۔

شاہد کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ اُن میں سے ایک پہلو کو فوری طور پر اختیار کرے، کیونکہ شہادت میں بغیر عذر اور بلا کسی وجہ کے تاخیر کینہ، دشمنی اور عداوت کے کسی نئے پیدا ہو جانے والے جذبہ پر مبنی متصور ہوگی اور یہ سمجھا جائے گا کہ چونکہ وقتِ وقوعِ جرم شاہد کو مشہود علیہ کے خلاف کوئی دشمنی یا عداوت یا کسی قسم کی کوئی کد موجود نہیں تھی۔ اس لیے اس نے گواہی نہیں دی اور خاموش رہا، اور جب بعد میں کسی وجہ سے کوئی عداوت دشمنی یا کد (ضَغِینہ) پیدا ہو گئی تو شاہد نے مشہود علیہ کے خلاف گواہی دے دی اور اس طرح اس کی شہادت حامل تہمت ہوگی اور فرمانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق شہادت الظنین (متہم کی شہادت) قابلِ قبول نہیں ہے۔ یعنی اس شاہد کی شہادت میں یہ تہمت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ اتنا عرصہ ادائے شہادت سے گریزاں رہا اور اس وقت تک کیوں سکوت اختیار کیے رکھا، یعنی نکتہ یہی ہے جس کی حضرت عمرؓ نے وضاحت فرمائی ہے اور جس کو امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے۔

"اگر گواہوں نے کسی ایسے جرم حد کی گواہی دی، جس کی گواہی انہوں نے وقت وقوع جرم نہیں دی تھی تو یہ شہادت ضغینہ ہے اور قابلِ قبول نہیں ہے"۔ [۱]

بہرحال اس امر میں شبہ نہیں ہے کہ شہادت سے سکوت اختیار کرنے میں یا تو تہمت ضغینہ ہے یا تہمت فسق ہے، اور شہادت سے سکوت ان ہر دو تہمتوں کا حامل ہے، جہاں تک شہادت کی غیر ضروری تاخیر میں ضغینہ ہونے کا گمان (مظنۃ ضغینہ) ہے تو وہ سبب بیان سابق ظاہر ہے اور جہاں فسق کا احتمال ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کتمانِ شہادت سے شاہد فاسق ہو جاتا ہے، اس لیے کہ فرمانِ الٰہی ہے:۔

---

[۱] ابو زہرہ، الجریمہ، ص ۶۴

"ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہٗ آثم قلبہ"

شہادت کو نہ چھپاؤ، اور جو شخص شہادت کو چھپائے گا، تو اُس کا قلب گنہگار ہوگا۔ (البقرہ)

مندرجہ بالا بیان سے یہ امر واضح ہوگیا کہ سرقہ، زنا، اور شراب خمر کی حدود کی شہادت میں تاخیر سے یہ حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ جب کہ اقرار میں تاخیر سے، خواہ یہ تاخیر کتنی ہی طویل مدت کی ہو، حدود کا اثبات ہو جائے گا، اور تاخیر سے جرائم حدود کے اثبات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ کیونکہ اقرار میں گمانِ عداوت (مظنۃ ضغینۃ) نہیں ہے کہ انسان خود اپنا دشمن نہیں ہوتا اور بالخصوص اس صورت میں جب کہ اقرار ایک سخت سزا کی صورت میں ظاہر ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اقرار کرنے والا اپنے ضمیر کی خلش کو ایک عرصہ تک دباتا رہا۔ لیکن ایک وقت آیا کہ اُس کے ضمیر نے اُسے مجبور کر دیا کہ وہ اعتراف جرم کر کے دُنیا کی سزا بھگت لے اور سزائے آخرت سے بچ جائے۔

ولعذاب الآخرۃ اشد وابقیٰ

(طٰہٰ - ۱۲۷)

حضرت امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جرم شرب خمر (مے نوشی) کے ثبوت میں تاخیر اقرار مؤثر ہے، اور تاخیر کی صورت میں اقرار قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کا اس امر پر اجماع ہے کہ شرب خمر کی حد کا اجراء اسی صورت میں ہوگا، جب کہ اس کا ثبوت اس حالت میں فراہم ہوا ہو، کہ مے نوش کے منہ سے شراب کی بُو آ رہی ہو، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شرب خمر کی حد کے لیے یہ شرط عائد کی کہ شارب خمر (مے نوش)

ؔ بدائع الصنائع، جلد ۷، ص ۴۷، ۵۱، ۱۶۔ مصر۔

فتح القدیر جلد ۴، ص ۱۱۲، ۱۶۴۔ مصر۔

الزیلعی تبیین الحقائق جلد ۳، ص ۱۸۸۔ وما بعد۔

ابوزہرہ، العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی، ص ۴۴، وما بعد مصر۔

الدکتور ابوالمعاطی حافظ ابوالفتوح: النظام العقابی الاسلامی ص ۲۵۹، وما بعد۔

کو اس حالت میں لایا جائے کہ اس کے منہ سے شراب کی بُو آ رہی ہو، اور ظاہر ہے کہ مے نوشی کے اقرار میں تاخیر کی صورت میں وقتِ اقرار مے نوش کے جسم اور اس کی عقل سے تمام اثرات زائل ہو چکے ہوں گے۔

اس مقام پر یہ ضروری ہے کہ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کی رائے بھی ذکر کر دی جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ شہادت اور اقرار ہر دو کی تاخیر سے جرائم حدود ساقط ہو جائیں گے، کیونکہ ان سخت سزاؤں سے اسلام کا مقصود یہ ہے کہ مجرم جرم سے باز آ جائے اور افراد معاشرہ کو تنبیہ ہو اور یہ ردع اور انزجار کا مقصود اس وقت حاصل ہوتا ہے جب جُرم کا اثبات فوری ہو اور اس کی سزا علی الفور جاری ہو اور تاخیر شہادت یا اقرار سے یہ مقصود حاصل نہیں ہوتا، جب کہ اقرار میں تاخیر کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مجرم نے خلوصِ نیت کے ساتھ توبہ کر لی ہو اور اس نے عدالت کے سامنے اقرار اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرنے کے لیے کیا ہو۔

امام ابن لیلیٰؒ کی یہ رائے تفقہ کی حامل ہے کیونکہ فقہائے کرام نے توبہ کو مانع سزائے حد قرار دیا ہے [1]

یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ تقادم کی وہ صورت ہے جب کہ تاخیر شہادت کی بنا پر یا تاخیر اقرار کی بناء پر جرمِ حد کے اثبات میں تاخیر ہو جائے۔ اب رہ گئی تقادم کی یہ صورت کہ جرم کا اثبات ہو چکا ہو اور عدالت سزائے حد کا فیصلہ سنا چکی ہو، اس کے بعد کسی بھی وجہ سے سزائے حد کے نفاذ میں تاخیر ہو جائے تو کیا یہ تقادم بھی نفاذِ سزا پر اثر انداز ہوگا۔ اس سلسلے میں امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، اور امام محمد رحمہم اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محکوم علیہ پر سزائے حد کے نفاذ میں تاخیر بھی اقامت حد سے مانع ہوگا۔

امام ابن الہمام فرماتے ہیں:۔

"جس طرح ابتداً تقادم قبولِ شہادت سے مانع ہے، اسی طرح فیصلے کے بعد تقادم اجرائے سزائے حَد سے مانع ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی پر حَد جلد جاری ہو

---

[1] ابوزہرہ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۸۴

رہی ہو اور وہ دوران ضرب بھاگ جائے پھر ایک مدت گزرنے کے بعد پکڑا جائے تو اب وہ بقیہ حد پوری نہیں کی جائے گی۔ یہی رائے ائمہ ثلاثہ کی ہے جب کہ امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ تقادم دراجرائے حد، مانع سزا نہیں ہے۔[1]

مندرجہ بالا بیان حدود اور تعزیرات کے جرائم اور ان کی سزاؤں پہ تقادم کے اثر انداز ہونے کے بارے میں تھا۔

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ دیوانی معاملات پہ تقادم کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ دیوانی معاملات میں حق العبد موجود ہوتا ہے اور حق العبد تاخیر سے ساقط نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے یہاں پہ بلا عذر وقت گزر جانے کی بنا پر دعویٰ عدالت کے لیے قابلِ سماعت نہیں ہوگا یعنی تقادم صاحب حق کے حق کو باطل نہیں کرے گا، محض عدالت کے لیے ایک مانع ہوگا کہ وہ دعویٰ نہ سُنے جب کہ صاحبِ حق کا حق باقی رہے گا۔ چنانچہ اگر مدعا علیہ خود ہی اس حق کا اقرار کرلے تو اس پہ اس حق کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔

اگر تقادم سے حقِ عبد بھی باطل ہو جاتا تو اس صورت میں مدعا علیہ کے اقرار سے بھی اس پہ حق کی ادائیگی لازم نہ ہوتی۔[2]

مجلۃ الاحکام العدلیہ کی دفعہ ۱۶۶۰ قرض و دیت، جائیداد میراث اور دیگر معاملات دیوانی میں پندرہ سال مدت گزر جانے کو تقادم مانع سماعت دعویٰ قرار دیتی ہے۔[3]

دفعہ ۱۶۶۱ متولی کے اور اصل وقف سے متعلق ملازمین کے ۳۶ سال کے بعد دعویٰ کو ناقابلِ سماع قرار دیتی ہے۔[4]

مرورِ زماں جو سماعِ دعویٰ سے مانع ہے وہ مرورِ زمانہ ہے جو بلا عذر ہو لیکن

---

[1] فتح القدیر، جلد ۴، ص ۱۶۴ مصر

ابو زہرہ، فلسفۃ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۴۹۔

[2] سلیم رستم باز اللبانی شرح المجلۃ ص ۹۸۳ طبع ثالثہ بیروت

[3] ایضاً ص ۹۸۴ [4] ایضاً ص ۶۸۲۔

جو زمانہ عذرِ شرعی کے ساتھ گذرا ہو وہ سماعتِ دعوٰی میں مانع نہیں ہے۔ مثلاً یہ کہ مدعی صغیر (کم سن) ہو، یا مجنون ہو، یا وہ مدت سفر کے برابر دور کے شہر میں ہو، یا معتوہ (فاتر العقل) ہو خواہ اُس کا کوئی وصی ہو یا نہ ہو یا اُس کا مدمقابل (خصم) غالب طاقتور ہو، تو اس مدت (عذر) کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ مرورِ زمانہ کی تاریخ اس عذر کے ازالہ کے بعد سے شروع ہوگی مثلاً اُس زمانہ کا اعتبار نہیں ہوگا جو بچہ کا بلوغ سے پہلے گذرا ہے بلکہ بلوغ کے بعد کے زمانے کا اعتبار ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا دعوی کسی غالب طاقتور شخص سے متعلق ہو اور اس کے تغلب کی وجہ سے مرورِ زمانہ ہو جائے تو یہ مرورِ زمانہ سماعِ دعوٰی سے مانع نہیں ہوگا، بلکہ مرورِ زمانہ کا شمار اس تغلب کے ختم ہو جانے کے بعد سے ہوگا۔"

یہ اعذارِ شرعی جو مذکورہ دفعہ میں بیان کیے گئے ہیں تین قسم کے ہیں:-

پہلی قسم	قاصریت	یعنی اگر صاحبِ حق صغیر یا مجنون وغیرہ ہو۔
دوسری قسم	غیاب	مدعی یا مدعا علیہ کا غائب ہونا۔
تیسری قسم	تغلب	مدعا علیہ کا صاحبِ قوت ہونا جو مدعی کو اس پر دعوٰی کرنے سے باز رکھے۔

اعذار کی موجودگی میں اگر تقادم (مرورِ زمانہ) ہو جائے تو یہ دعوٰی کی سماعت سے مانع نہیں ہوگا بلکہ تقادم (مرورِ زمانہ) کی مدت اس عذر کے ختم ہونے کے بعد شروع ہوگی۔[1]

مدت تقادم کے بارے میں بھی فقہا کے مابین اختلاف موجود ہے۔ چنانچہ جامع صغیر میں ہے کہ مدت چھ ماہ ہے، امام محمد رضی اللہ عنہ سے ایک ماہ کی مدت کی بھی روایت ملتی ہے جو کہ امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ سے بھی مروی ہے کہ قاضی خان نے کہا کہ مدت تقادم ایک ماہ یا اس سے زائد ہے۔

راجح قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے تقادم کی کوئی مدت متعین نہیں کی، چنانچہ امام ابو یوسفؒ

---

[1] علی حیدر، دار الحکام شرح مجلۃ الاحکام کتاب ۱۲، ص ۲۶۸، ط بیروت۔

سے مروی ہے کہ ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے تحدید مدت کے لیے کہا تو انہوں نے انکار فرما دیا۔[1]

بہرحال اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے یہی ہے کہ تقادم کی کوئی مدت متعین نہ کی جائے اور اس کو قاضی (عدالت) کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔[2]

البتہ حد خمر میں مدت تقادم اس کی بُو کا دُور ہو جانا ہے۔[3]

علی علی منصور نے جرم زنا کے سقوط کی حد و فوع جرمیہ سے اقرار تک دس سال متعین کی ہے اور سقوط سزائے رجم کی تیس سال اور سقوط سزائے جلد کی دس سال قرار دی ہے۔[4]

جرم قذف کے سقوط کی تین سال اور سقوط حد قذف کی پانچ سال قرار دی ہے۔[5]

اور جرم سرقہ کے سقوط کی حد تین سال قرار دی ہے۔[6]

مجلہ میں دیوانی معاملات میں تقادم کی مدت کی مختلف تحدیدات کی گئی ہیں۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہوگا۔ اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ ہر مقدمہ کی نوعیت کے لحاظ سے عدالت کو فیصلہ کرنا چاہیے کہ ایک خاص مقدمہ میں تاخیرِ شہادت یا تاخیرِ اثبات کی مدت اتنی طویل ہے کہ یہ جرم یا اس کی سزا پر اثر انداز ہونے کے لیے کافی ہے۔

اس مقالے کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نظریہ تقادم سے متعلق چند اہم نکات بطور تلخیص بیان کر دیے جائیں۔

۱۔ کتاب و سنت کی ایسی کوئی واضح نص قطعی موجود نہیں ہے جس سے صراحتاً یہ معلوم ہو

---

[1] احمد فتحی، ...... : العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۲۲۳، مصر۔
عبدالعزیز عامر: التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۵۲۵، مصر۔

[2] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۵۲۵ - البدائع جلد ۷، ص ۴۷۔

[3] احمد فتحی: العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۲۲۳ مصر

[4] علی علی منصور: نظام التجریم والعقاب ص ۲۴۵۔

[5] ایضاً ص ۲۹۰ [6] ایضاً ص ۱۳۳۔

کہ شہادت میں تاخیر جرائم حدود و تعزیرات پر یا ان کی سزاؤں پر اثر انداز ہوتی ہے، ماسوا اس اثر کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"ایما شھود علی حد لم یشھدوا عند حضرتہ فانما شھدوا علی ضغن فلا شھادۃ لھم"

جو گواہ کسی ایسی حد کی گواہی دیں جس کی گواہی انہوں نے وقت وقوع جرم نہیں دی تو یہ شاہد بربنائے ضغینہ شہادت دینے والے ہیں۔

مگر یہ اثر حضرت حسن سے مرسلاً مروی ہے اور مراسیل حسن قوی نہیں ہیں [1]

۲ ـــ تقادم کے جرائم اور ان کی سزاؤں پر اثر انداز ہونے کے بارے میں فقہی اختلاف جرائم حدود اور ان کی سزاؤں میں ہے، تعزیرات میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باتفاق فقہاء اگر عدالت کسی بھی تعزیر کے اثبات میں تقادم کے مطابق مصلحت متصور کرے تو جرم کو یا سزا کو ساقط کر سکتی ہے۔ اسی طرح دیوانی معاملات میں بھی تقادم دعاوی پر اثر انداز ہوگا۔

۳ ـــ اصولاً تاخیر شہادت شاہد کے بارے میں ضغینہ (عداوت) کا شبہ پیدا کرتی ہے۔ چونکہ حدود شبہات سے ساقط ہوتے ہیں۔ اس لیے اس شبہ سے بھی حد ساقط ہو جائے گی اور اس بات کا تعین کہ تقادم نے مظنۂ ضغن (گمان عداوت) پیدا کیا ہے یا نہیں، عدالت ہی کر سکتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر عدالت کسی معاملہ میں تقادمِ شہادت کو شبہ متصور نہ کرے تو اسے یہ استحقاق حاصل ہے۔ کیونکہ بنیادی طور پر ہر طرح کے شبہ کا تعین عدالت ہی کا کام ہے۔

۴ ـــ جو تقادم سقوطِ حد کا حامل بنتا ہے وہ ہے جو بلا عذر ہو، اگر عذر موجود ہوگا تو تقادم نہیں ہوگا، اور اس سے جرائم حدود و تعزیرات پر یا دیوانی مقدمات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۵ ـــ حقِ عبد پر تقادم اثر انداز نہیں ہوتا اس وجہ سے تقادم کا حد قذف پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ فقہاء کے نزدیک اس میں حق العبد موجود ہے اور امام شافعیؒ نے کہا کہ یہ خالص

---

[1] ابو یعلیٰ الاحکام السلطانیہ ص ۲۴۸۔

حق العبد ہے یعنی قذف میں حق اللہ کی وجہ سے حق العبد کمزور نہیں پڑتا بلکہ تاخیر کے باوجود شہادت اور اقرار دونوں قابل سماع ہوں گے۔ کیونکہ قذف میں حق العبد یہ ہے کہ اس کی عزت پر جو حرف آیا ہے وہ مٹایا جائے جو اس صورت میں مٹے گا کہ قاذف کو شریعت کی مقرر کردہ سزا دی جائے[1]

جب کہ جرم سرقہ میں حق العبد اس کا وہ مال ہے جو چوری ہوا ہے اس لیے تقادم سے حد تو ساقط ہو جائے گی مگر مال مسروق کی ادائیگی میں مانع نہیں ہو گا، بلکہ چور پر حد یا تعزیر کے ساقط ہونے کے باوجود بھی مسروق منہ کا مال واپس کرنا لازم ہو گا۔

۶ — قانون ساز ادارے مختلف مقدمات میں تقادم کی مدت متعین کر سکتے ہیں مگر میرے خیال میں علی منصور نے اور المجلہ نے جو مدتیں متعین کی ہیں وہ بہت طویل مدتیں ہیں اور ان سے شریعتِ اسلامیہ کے فوری اور مؤثر انصاف کی روح متاثر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ حدود و تعزیرات میں اور دیوانی معاملات میں تقادم کی مدتیں متعین نہ کی جائیں۔ بلکہ اس مسئلہ کو عدالت کی صوابدید پر چھوڑا جائے کہ وہ ہر انفرادی مقدمے میں جدا جدا یہ فیصلہ کرے کہ اس میں تقادم ہوا ہے یا نہیں، اور بعد ازاں یہی عدالتی نظائر آئندہ مقدمات میں تقادم کی مدت کے فیصلے میں کام دیں گے۔ کیونکہ حالات و مسائل بدلتے رہتے ہیں اور ہر مقدمہ کی نوعیت جداگانہ ہوتی ہے اور اس مخصوص نوعیت کی روشنی میں عدالت بہتر طور پر مدتِ تقادم کا فیصلہ دے سکتی ہے۔

۷ — تقادم کا مسئلہ اجتہادی نوعیت کا حامل ہے اور حالات و ضروریات کے پیش نظر اس میں کافی اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تقادم کے تمام پہلوؤں کو بصورت دفعات از سرِ نو مدوّن کیا جائے اور اس کو جدید قوانین کے مماثل بنا کر پیش کیا جائے تاکہ فقہ و قانون کی دنیا میں اس کی عملی افادیت اجاگر ہو سکے اور اسلامی قانون و شریعت کے نفاذ کی پیش رفت میں معاون ہو سکے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

---

[1] ابو زہرہ الجریمہ والعقوبہ فی الفقہ الاسلامی ص ۵۴